ڈاکٹر محمد طاہر القادری

کے

قومی اسمبلی کی رکنیت سے اِستعفیٰ کا متن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عنوانات

۱۔ ابتدائیہ

۲۔ صدر کے قوم سے کئے گئے وعدے

الف) سیاسی بدعنوانی اور بلیک میلنگ

ب) 'غیر جمہوری' جمہوریت

ج) اداروں کا عدم استحکام

د) عملِ احتساب کی ناکامی

۳۔ قومی اسمبلی: ایک عضو معطل

الف) بین الاقوامی معاملات

i. پاک امریکہ تعلقات

ii. بین الاقوامی دہشت گردی اور امریکہ کا عالمی سطح پر تسلط

iii. اسرائیلی جارحیت

iv. عراق جنگ

ب) علاقائی معاملات

i. پاک بھارت تعلقات اور مسئلہ کشمیر

ii. پاک افغان تعلقات

ج) قومی و داخلی معاملات

i. دفاعی اور نیوکلیائی پالیسی

ii. داخلی دہشت گردی اور سازشیں

iii. تقسیم اختیارات اور غلط انتخابی عمل

iv. غربت، جہالت، بے روزگاری، صحت اور معاشرتی اَحوال

۴۔ ماحصل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

محترم اسپیکر

قومی اسمبلی پاکستان

ا۔ اِبتدائیہ

میں نے 15اکتوبر 2004ء کو قومی اسمبلی کی رکنیت سے استعفیٰ دینے کا اعلان کیا تھا اور یہ دستاویز میرے استعفیٰ دینے کی ان وجوہات پر مشتمل ہے جن کی بناء پر میں نے یہ انتہائی اقدام کیا۔ اگرچہ میں نے اس سے قبل قومی اسمبلی میں دوہری ''وردی'' کے بل کے موقع پر ہی استعفیٰ دے دیا تھا مگر میرے فیصلے کا سبب موجودہ حکومت کی پاکستان میں امن و امان، خوشحالی، تحمل و برداشت اور جمہوریت کے حوالے سے ناکامیوں کا انبار ہے۔ جنرل پرویز مشرف صاحب نے 12اکتوبر 1999ء میں فوجی انقلاب بپا کرکے اپنے مستقبل کے ایجنڈے میں اپنے ''ہم وطن'' پاکستانی شہریوں کے سامنے اعلان کیا تھا کہ وہ وطن عزیز کو ان تمام مسائل سے نجات دلائیں گے جو اس ملک کی بہتری کی طرف بڑھنے میں رکاوٹ ہیں۔ انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ معاشرے میں ہر شعبہ سے بدعنوانی جڑ سے اکھاڑ کر تمام قومی دولت لوٹنے والوں کو انصاف کے کٹہرے میں کھڑا کریں گے اور ملک بھر میں ان کا احتساب کریں گے۔ صدر صاحب نے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ وہ سیاسی نظام کی تطہیر کریں گے، عوامی اداروں کو مستحکم کریں گے، معیشت بہتر بنائیں گے اور ملک میں حقیقی جمہوریت لائیں گے۔ جنرل مشرف صاحب نے شکاگو میں اپنے انٹرویو کے دوران میں کہا تھا کہ ان کا ایک اہم مقصد 'حقیقی و دیرپا' جمہوریت کی بنیاد رکھنا ہے جس کا ایک حصہ نئی پارلیمنٹ کا انتخاب ہے۔انہوں نے یہ بات بڑی زور دے کر کہی تھی کہ حقیقی طاقت منتخب نمائندوں کے پاس ہوگی نہ کہ میرے پاس۔(حاشیہ نمبر ا) انہوں نے کہا تھا کہ ان کے کردار کے بیان میں مبالغہ آرائی سے کام لیا جاتا ہے اور یہ بھی کہا تھا کہ ''اہم بات تو حکومت کرنے اور قانون سازی کرنے کا اختیار ہے۔ میں آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ یہ اختیار منتخب وزیراعظم اور پارلیمنٹ کے پاس رہے گا۔''

انہی وعدوں کی بنا پر میں نے فیصلہ کیا تھا کہ جنرل مشرف کے اعلان کردہ ایجنڈے کی حمایت کروں۔ میں نے خیال کیا تھا کہ پاکستان کو ہمیشہ کے لئے گند سے پاک صاف کرنے کا یہ ایک منفرد

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

موقع ہے۔ ہر ایک کے علم میں تھا کہ فوجی حکومت سیاسی حکومت سے کئی گنا طاقت ور ہوتی ہے اور ان حالات میں ایک دیانت دار فوجی حکومت کی ضرورت تھی جو ایسے سخت اقدامات کر سکے جو وطن عزیز کو بدعنوانی کے ناسور سے نجات دلا سکیں۔

دنیا نے انتہائی مایوسی کے ساتھ جنرل صاحب کو اپنے وعدے سے پھرتے ہوئے دیکھا۔ جب مشرف صاحب اپنے ایجنڈے میں مذکور وعدوں کو عملی جامہ نہ پہنا سکے تو میرے لئے اس بات کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا کہ میں اکتوبر 2002ء سے چند ماہ قبل فوجی حکومت کی حمایت سے دستبردار ہو جاؤں۔

جب 14 اکتوبر 2004ء کو 'دوہری وردی کا بل' اسمبلی نے پاس کر دیا تو اس سے جنرل مشرف صاحب پہلے سے بھی طاقت ور بن گئے اور اس عمل سے پارلیمانی جمہوریت ختم کر کے مستقبل میں ملک کو صدارتی طرز حکومت کی طرف لے جانے کی بنیاد فراہم ہو گئی۔ درحقیقت یہ اڑھائی سال کے عرصے میں ناخوش گوار واقعات کے سلسلے کی آخری کڑی تھی۔ اس دوران میں ہونے والے ناخوش گوار واقعات میں سے ایک بات قانون کی حکمرانی سے مکمل طور پر روگردانی تھی۔ پارلیمنٹ کی کارروائی غیر موزوں اور ناانصافی پر مبنی ہوتی ہے جس میں پاکستانی عوام کی فلاح و بہبود کا کوئی خیال نہیں رکھا جاتا۔ یہ دستاویز اختصار کے ساتھ ان امور پر روشنی ڈالے گی جن سے مجھے شدید تشویش ہوئی اور میرے لئے اس امر کے سوا کوئی اور چارہ نہیں رہا کہ میں قومی اسمبلی کی رکنیت سے مستعفی ہو جاؤں۔

۲۔ صدر کے قوم سے کیے گئے وعدے

الف) سیاسی بدعنوانی اور بلیک میلنگ

جب جنرل پرویز مشرف صاحب اکتوبر 1999ء میں برسر اقتدار آئے تو انہوں نے سب سے پہلے یہ وعدہ کیا کہ سیاست سے بدعنوانی کے خاتمہ اور سیاسی نظام کی صفائی کے ساتھ ساتھ وہ ملک کے انتظامی اور سیاسی ڈھانچے میں واضح، دکھائی دینے والی اور قابل اعتماد اصلاح کریں گے۔ تاہم حکومت کسی قسم کی بھی اہم تبدیلیاں لانے اور ملک کو دھوکہ دینے والوں سے نجات دلانے میں ناکام رہی ہے۔ اس کی بجائے مختلف شکلوں اور نئے نئے انداز میں ہر طرح سے بدعنوانی اور سیاسی دباؤ فنی اعتبار سے استعمال کیا گیا ہے تاکہ پارلیمنٹ کو اپنے قابو میں رکھا جائے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ب) 'غیر جمہوری' جمہوریت

تین حصوں میں منقسم پارلیمنٹ جسے ایک مصنوعی اور جعلی ماحول میں چلایا جا رہا ہے اس نے سارے جمہوری عمل کو **مذاق** بنا کے رکھ دیا ہے۔ مجھے پوری دیانت داری سے یقین ہے کہ یہ پارلیمنٹ نہ تو کسی قسم کی 'حقیقی' جمہوریت کو بحال کرنے اور اسے پروان چڑھانے میں کردار ادا کر سکتی ہے اور نہ ہی ملک کے سیاسی نظام کی صفائی اور استحکام کے لیے کچھ کر سکتی ہے کیونکہ آغاز ہی سے اس کا روزانہ کا کام مکمل طور پر تدبیراتی بدعنوانی، تزویراتی بلیک میلنگ، دباؤ، بغض پر مبنی سازش اور مخفی حربوں پر مبنی رہا ہے۔ بدقسمتی سے پارلیمنٹ کا اپنا کوئی ایجنڈا نہیں ہے اور اسے اپنے تشکیل دینے والوں کے پہلے سے طے شدہ 'ایجنڈا' پر کام کرنا ہوتا ہے، چنانچہ اس کا واحد محرک ان مقاصد کی تکمیل ہے جس کی خاطر اسے بنایا گیا ہے۔ اب پارلیمنٹ کو صرف 'بدعنوان سیاستدانوں کا گڑھ' ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ بظاہر ان وجوہ کا کسی بھی شکل میں یا کسی بھی طرح سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ موجودہ حکومت کا دعوی ہے کہ جمہوریت مقبول ہوئی ہے اور اس نے مقامی حکومت کے نظام کو زیریں سطح تک پہنچایا ہے۔ بدقسمتی سے سارے عمل کا مقصد ایک نام نہاد 'منتخب Network' کے قیام کے ساتھ حقیقی جمہوریت کو جڑ سے اکھاڑنا ہے جو درحقیقت صرف مستقبل کے آمرانہ منصوبہ جات کو 'مقبول سیاسی حمایت' مہیا کرتا ہے۔ صرف انہی کو منتخب ہونے کا موقع ملتا ہے جو موجودہ حکومت کی خواہشات کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ مزید برآں یہ کہ ان مقامی حکومتوں کو جن لا محدود اور بلا حساب فنڈز کے ساتھ آلۂ کار بنایا جا رہا ہے اور اس سے ان کا مقصد تمام سیاسی مخالفین اور مقابلہ کرنے والوں کی سیاسی و معاشرتی جڑیں کاٹنا ہے۔ کسی بھی مؤثر اپوزیشن کو اپنا وجود قائم رکھنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ اس سے سیاسی میدان میں رشوت کے ذریعے یا کسی بھی طریقے سے ڈرا دھمکا کر اپنے مقاصد حاصل کیے جاتے ہیں۔ عملی طور پر قومی اسمبلی اس موضوع یا کسی اور معاملہ پر گفتگو کرنے کے لیے موزوں نہیں سمجھی جاتی ہے۔ جو معاملات 'پہلے سے طے شدہ سکیم' کے مطابق نہیں ہوتے ان پر مناسب اور حتمی انداز میں اس طرح بحث نہیں کی جاتی جس طرح کہ دنیا بھر کی پارلیمانوں کا دستور ہے۔ اس کی بجائے اراکین صرف کوئی معاملہ اٹھا کر 'تیار شدہ جواب' ہی حاصل کر سکتے ہیں جو عام طور پر فائلوں کی ہی نذر ہو جاتا ہے اور اس کا کوئی حل یا نتیجہ نہیں نکلتا۔

میں نے قومی اسمبلی کے Floor پر اٹھائے گئے کسی بھی مسئلہ کو کبھی بھی حل ہوتے نہیں دیکھا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پارلیمنٹ 'حکمرانوں' کے غیر آئینی اور غیر جمہوری اقدامات کو چیلنج کرنے کے جمہوری کردار کے بہت بڑے حصے سے محروم ہو چکی ہے۔ اس کی بجائے اب اس کا کام صرف یہ رہ گیا ہے کہ وہ ناقدر کی قدر کرے، ناقابل تعریف کی تعریف کرے اور غیر پسندیدہ کو پسند کرے۔ یہی وجہ ہے کہ جب صدر نے وزیر اعظم کے برسرِ اقتدار ہوتے ہوئے ایک ایسے شخص کو اگلا وزیر اعظم نامزد کیا جو قومی اسمبلی کا ممبر بھی نہ تھا تو پارلیمنٹ صدر کے غیر آئینی اور غیر جمہوری اقدام پر اعتراض نہ کر سکی۔ عبوری عرصہ کیلئے ایک عبوری وزیر اعظم مقرر کیا گیا، جب کہ منتظر وزیر اعظم کے منتخب ہونے تک پچھلے وزیر اعظم کو ہی مزید تین ماہ تک اقتدار میں نہ رہنے دیا گیا۔ ایسا کیوں ہوا؟ یہ ابھی تک ایک معمہ ہے۔

ج) اِداروں کا عدم استحکام

صدر نے دوسرا وعدہ ان تمام ریاستی اداروں کو مستحکم کرنے کا کیا تھا جنہیں کسی بھی جمہوری معاشرہ کی بنیاد سمجھا جاتا ہے۔ تاہم ان کے وعدہ کے برعکس پچھلے پانچ سالوں میں گزشتہ 58 برس سے بھی کہیں بڑھ کر فوجی عمل دخل کے عروج سے ہر ادارہ کمزور ہوا ہے۔ یہ ایک افسوس ناک حقیقت ہے کہ آئین پاکستان کے مطابق پارلیمنٹ سب سے طاقت ور ادارہ ہونے کے باوجود اس ''پتلی ڈرامہ'' کی ایک جعلی اداکارہ بنی ہوئی ہے اور اسمبلی میں براجمان اراکین کا احترام اور اعتماد کھو رہی ہے۔ بالخصوص عدالتی نظام تو 100 فیصد ہی سیاسی رنگ میں رنگ دیا گیا ہے کیونکہ اس میں تقرر و تعین اور ترقی ان افراد کی ہوتی ہے جو حکمرانوں کی مرضی اور خواہش کے آگے سرِتسلیم خم کر دیں۔ National Accountability Bureau کی طرح عدالتیں بھی سیاسی مقاصد کیلئے استعمال کی جا رہی ہیں۔ اب وہ دَور نہیں رہا ہے کہ ہم حکومت کے سیاسی فیصلہ یا منصوبہ کے خلاف عدالتوں سے بھی کسی قسم کی چارہ سازی کی توقع کر سکیں۔ اس کی بجائے چند ایک جج ہمیشہ Adhoc basis پر پاس رکھے جاتے ہیں جن سے مخصوص مقدمات میں ''مطلوبہ انصاف'' حاصل کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے اور جہاں مقدمات اور اپیلیں سیاسی گٹھ جوڑ کے لیے ملتوی رکھی جاتی ہیں۔ ایسے ہی کام سابقہ 'ختم ہو جانے والی' حکومتوں میں بھی کیے گئے تھے مگر اس قدر وسیع پیمانے پر نہیں کہ جس قدر ہمارے دور کے 'ختم کرنے والے' اور 'جعلی اصلاح کرنے والوں' کے دور میں ہو رہے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

د) عملِ احتساب کی ناکامی

قومی احتساب بیورو بالکل آغاز سے ہی ایک خفیہ سیاسی ایجنڈے کا شکار ہو گیا تھا اور یہ سیاسی اثر و رسوخ قائم کرنے اور دباؤ ڈالنے کے لیے استعمال ہوتا رہا۔ پارلیمنٹ کے بہت سے ارکان جو حکومتی نشستوں پر بیٹھے ہوئے ہیں انہیں NAB کی طرف سے Clearance نہیں ملی ہے اور ان کے خلاف بد دیانتی، بدعنوانی، خرد برد کے کئی نمایاں مقدمے بھی دائر ہیں مگر ان کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ بدعنوانی سے پاک اور جس صاف ستھری جمہوریت کیلئے وعدہ کیا گیا تھا وہ اسی کیلئے کام کر رہے ہیں۔ پھر کچھ ایسے بھی افراد ہیں جنہیں بدعنوانی کی بنا قید اور جرمانے کی سزائیں دی گئیں، جیل میں ڈالا گیا اور انہیں NAB اور قانون کی دیگر عدالتیں نااہل قرار دیتی رہیں مگر اس کے باوجود وہ پارلیمنٹ کے رکن منتخب ہوتے رہے۔ مزید برآں بہت سارے لوگ بھی ایسے تھے جو بغیر کسی شک و شبہ کے بدعنوانی، تشدد، ظلم اور دیگر تمام اقسام کی سیاسی و معاشی بدعنوانی اور خرد برد کے سرچشمے، پروان چڑھانے والے اور سرپرست تھے مگر ان سب کو ہماری 'مقدس اور شان دار باعظمت جمہوریت' جو 'بدعنوان سیاستدانوں' کے ذریعے متعارف کرائی گئی تھی، کے مشعل بردار بن جانے کی بناء پر پاک صاف، پاکیزہ اور باعظمت قرار دیا گیا ہے۔ تاہم انہیں یہ مقدس رتبہ صرف 'اپنا لباس تبدیل' کرنے کی وجہ سے اور اپنے **مہربانوں** پر اندھا اعتماد قائم کرنے اور مطلق وفاداری بشرطِ استواری کے اظہار کے بعد ہی ملا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو جواب دہ اور ترقی پسند جمہوریت کے دعوے دار معماروں، انجینئروں اور تخلیق کاروں سے مخفی نہیں۔ قانون کی عدالتوں، احتساب اور جمہوریت کا کیا احترام باقی رہ گیا ہے؟ اس عجیب و غریب مظہر کو کیا عنوان دیا جائے؟ کیا یہی بدعنوانی سے مبرا جمہوری نظام ہے جس کا جنرل مشرف صاحب نے وعدہ کیا تھا؟ کیا اس شعبدہ بازی کا مطلب صاف ستھری قیادت کا مہیا کرنا ہے؟ کیا اس مذاق کو شفاف ہونے کی ضمانت کے طور پر دیکھا جائے؟

۲۔ قومی اسمبلی: ایک عضو معطل

قومی اسمبلی کا مقصد پورے ملک کے عوام کے مفادات کا تحفظ اور نمائندگی کرنا ہے، جیسا کہ آئین پاکستان میں درج ہے۔ ریاست اپنے اختیارات اور قوت کا استعمال عوام کے منتخب نمائندوں کے ذریعے کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پارلیمنٹ سب سے اعلیٰ ادارہ سمجھا جاتا ہے جس کے پاس آئینی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اختیارات ہوتے ہیں۔ بدقسمتی سے موجودہ پارلیمنٹ کو ایک ناکارہ اور گونگا ادارہ بنا دیا گیا ہے اور اس کے اراکین سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس کے Floor پر بہروں، گونگوں اور اندھوں کی طرح بیٹھیں۔ انہیں اپنی مرضی سے کچھ بھی کہنے کی اجازت نہیں اگرچہ وہ دیانت داری سے محسوس کریں کہ یہ ان کے اپنے ملک کے وسیع تر قومی مفاد میں ہے۔ وہ اس امر کے مجاز نہیں ہیں کہ اندرون ملک یا بیرونی دنیا کے زیر بحث لائے جانے والے کسی معاملہ کے بارے میں محرم راز ہوسکیں اگرچہ انہیں اس بات کا علم ہو کہ جن معاملات پر اتفاق کیا جا رہا ہے وہ انتہائی چونکا دینے والے اور ان کی قوم کی غیرت وحمیت کے سراسر منافی ہیں۔ انہیں اجازت ہی نہیں ہے کہ وہ دیکھیں کہ ان کے ملک میں کیا گل کھلائے جا رہے ہیں اگرچہ انہیں یقین ہو کہ یہ قائداعظم کے پاکستان کی دیانت داری اور نظریہ کے مکمل طور پر خلاف اور انتہائی نقصان دہ ہے۔ پارلیمنٹ کی اڑھائی سالہ کارکردگی اس بات کی شہادت فراہم کرتی ہے کہ بین الاقوامی، علاقائی اور اندرونی امور کے حوالے سے کسی بھی اہم معاملہ کو پارلیمنٹ کے Floor پر زیر بحث لائے جانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اس کی بجائے قومی پالیسیاں جو پارلیمنٹ میں بننی تھیں ان پر ہمیشہ پارلیمنٹ سے باہر ایک نامعلوم ایوان میں بحث وتمحیص کی جاتی رہی۔ ہمارے وطن کا مقدر اور ہماری قوم کے تعمیری کردار پر فیصلے ''سفید رحمتوں'' کے سائے میں کیے جاتے ہیں جہاں ''سیاہ ایوان'' کے اراکین جنہیں اتفاق سے ایم این ایز اور سینیٹرز کہا جاتا ہے انہیں اس قدر قابل اور اس قدر محبّ وطن اور اس استعداد کا حامل نہیں سمجھا جاتا ہے کہ وہ قومی پالیسیوں پر بحث کرسکیں یا ان اہم امور کا فیصلہ کرسکیں جس کیلئے انہیں منتخب کیا گیا ہے۔

فرد واحد کے پاس ہی خوف ناک حد تک وسیع اور لامحدود اختیارات ہیں جو وزیراعظم کو معزول کرسکتا ہے، قومی اسمبلی کو برخاست کرسکتا ہے اور مسلّح افواج کے سربراہان، سپریم کورٹ کے ججوں اور دیگر اہم قانونی بیوروز، کونسلرز اور شعبہ جات کے سربراہان کو مقرر کرسکتا ہے جن کا اندرون ملک اور باہر کی دنیا کی پالیسیاں بنانے میں فیصلہ کن کردار ہوتا ہے۔ اعلیٰ و برتر سیاسی کردار اس ملک کی فوج کے سیاسی ادارے کو سونپ دیا گیا جس سے ملک کے ہر ادارے کے اوپر اس کی قوت و حاکمیت کا کلی اختیار پارلیمنٹ سے بالاتر حیثیت حاصل کر گیا ہے جو قومی سلامتی کونسل (NSC) کی شکل میں ان معاملات سے عہدہ برآ ہوگی جو قومی سالمیت کو محفوظ رکھنے اور ملک کو بحرانی کیفیت سے باہر نکالنے کا داعیہ رکھتی ہے۔ یہ عمل اس بات کی علامت ہے کہ فوج کو سیاسی قوت کا ایک با ضابطہ کردار دے دیا گیا ہے، جس سے ایک

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایسی نا خوش گوار صورت حال پیدا ہوسکتی ہے جو ہمارے پاکستان کی مسلح افواج کے انتہائی قابل احترام اور غیر متنازعہ کردار کو داغ دار کر دے۔ وہ فوج کہ جس کا ہماری قابل فخر تاریخ میں ہمیشہ سے ایک قابلِ قدر اہمیت کا حامل کردار رہا ہے۔ سیاسی حکومت کی حیثیت تو صرف دکھانے کے لیے ''پتلی ڈرامہ'' کی سی ہے تاکہ بیرونی دنیا پر ظاہر کیا جا سکے کہ پاکستان میں جمہوریت موجود ہے۔

اب قومی اسمبلی سے صرف یہی توقع کی جاتی ہے کہ وہ غیر قانونی کو قانونی، ناجائز کو جائز اور غیر آئینی کو آئینی قرر دے۔ اس کو فریضہ سونپا گیا ہے کہ وہ آمرانہ احکام کو جمہوریت کا لبادہ اوڑھائے۔ پارلیمنٹ ملک کے منتخب نمائندوں کی پر جوش شرکت کے بغیر نام نہاد اور جھوٹی جمہوریت کے فیصلوں کو آگے منتقل کرنے کے لئے ترسیلی پٹہ کا کام دے اور عوامی نمائندوں کی عملی شرکت کے بغیر بل پاس کرنے کا فریضہ سر انجام دے۔ قومی اسمبلی کا سیشن اس لئے بلایا جاتا ہے تاکہ پہلے سے طے شدہ ایجنڈا میں شمولیت کر سکے یا معمول کا سرکاری کام سر انجام دے جس کی پالیسی سازی کا اسے کوئی اختیار حاصل نہیں۔

اس وقت قومی اسمبلی کا بڑا کام وہ نہیں ہے جس کیلئے یہ وجود میں آئی تھی۔ قومی، علاقائی، بین الاقوامی، جغرافیائی و سیاسی اہمیت کے حامل اور سنگین نوعیت کے اندرنی معاملات کو کبھی بھی قومی اسمبلی کے ایجنڈے پر زیر بحث لانے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ ان معاملات کو اسمبلی کی معمول کی کارروائی کا حصہ نہیں بننے دیا جاتا اور نہ ہی وہ کسی نکتۂ اعتراض یا ارکان اسمبلی کی آزادئ رائے کا حصہ بن سکتے ہیں۔ اس کی بجائے قومی اسمبلی کو خفیہ سودے بازی کے ذریعے اور اس کے اراکین پر زور ڈال کر، دھمکی آمیز پریشر اور سیاسی، انتظامی و مالی ترغیبات دے کر اسے اپاہج بنا دیا گیا ہے۔ پارلیمنٹ کے اجلاس پہلے سے طے شدہ منصوبوں کے تحت ناکام بنا دیئے جاتے ہیں تاکہ نہ تو کوئی تخلیقی اور تعمیری کام کیا جا سکے اور نہ ہی کسی سنجیدہ معاملہ پر بات چیت ہو سکے۔

ذیل میں ان امور کی نشاندہی کی گئی ہے جن پر پاکستان کی قومی اسمبلی میں بات چیت کی جانی چاہیے تھی۔ اس میں بین الاقوامی پارلیمنٹس بالخصوص 'پارلیمنٹس کی ماں' برطانوی پارلیمنٹ کی مثالیں حوالہ جات کے ساتھ پیش کی گئی ہیں، جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ پارلیمنٹس کیسے کام کرتی ہیں اور کیسے قانون سازی کے فرائض ادا کرتی ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

الف) بین الاقوامی معاملات

جیسا کہ پہلے ہی اس امر کی توضیح ہوچکی ہے کہ پارلیمان کو اپنے ایجنڈے کی تشکیل کرنے، اسے زیر بحث لانے، پاکستان اور اس کے عوام کے مفاد میں فیصلے کرنے کی آزادی اور حاکمیت سے محروم کردیا گیا ہے اور وہ پارلیمانی کاروائیوں میں بھی محض ایک خاموش تماشائی کا کردار ادا کرنے پر مجبور ہے۔ قومی سلامتی کا مسئلہ اکثر پارلیمان میں جاری بدعنوانیوں پر تنقید کے حوالے سے ایک پیش رو کے طور پر اٹھایا جاتا ہے۔تاہم یہ استدلال کہ اس سے قومی راز طشت اَز بام ہو جائیں گے ایک مغالطہ اور خلافِ حقیقت بات ہے۔ پارلیمنٹ کا مقصد قومی سلامتی کے معاملات کو زیر بحث لانا ہے تاکہ عوامی نمائندے قوم کی قسمت کو بعض حکومتی عہدیدران کے ہاتھوں میں چھوڑنے کی بجائے اس کا فیصلہ خود اپنے ہاتھوں سے کریں۔ یہ عمال حکومت دانستہ یا غیر دانستہ غیر ملکی ایجنٹوں کے آلہ کار ہوتے ہیں۔ دنیا بھر میں ہر جگہ اور خصوصی طور پر مغربی پارلیمانی جمہوریتوں میں اراکین پارلیمنٹ کو بھرپور موقع فراہم کیا جاتا ہے کہ وہ تمام بین الاقوامی، علاقائی اور داخلی مسائل جو ان کے قومی سیرت و کردار اور سلامتی پر اثر انداز ہوتے ہیں پورے حکومتی اختیارات کے ساتھ زیر بحث لائیں۔

برطانیہ، یورپی ریاستوں اور دیگر ترقی پذیر جمہوریتوں میں عراق جنگ، نیوکلیائی پھیلاؤ، ریاستی استحکام کے خلاف جنگ، امریکی پالیسیوں، انسانی حقوق اور دیگر تمام عالمی، علاقائی اور قومی ترقی و ارتقاء جیسے معاملات تفصیل سے زیر بحث لائے جاتے ہیں اور وہاں قومی مفادات کی روشنی میں مربوط ریاستی پالیسیاں وضع کی جاتی ہیں۔ فی الواقعہ جمہوری پارلیمانوں میں ہفتہ وار سوال و جواب کا سیشن ہوتا ہے جس میں وزیر اعظم کے اقدامات کو زیر معائنہ لایا جاتا ہے اور اسے اپوزیشن کی طرف سے سوالوں کی یلغار کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ وہ مجبور ہوتا ہے کہ وہ اپنی کابینہ اور حکومت کے کاموں کا جواز پیش کرے۔ اگرچہ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں صدارتی طرزِ حکومت ہے تاہم تمام معاملات سینٹ کے فلور پر پیش کیے جاتے ہیں۔ ذیل میں جن امور کا ذکر کیا گیا ہے وہ بین الاقوامی، علاقائی، اور داخلی مسائل کی کچھ مثالیں ہیں جنہیں قومی اسمبلی میں زیر بحث لاکر ان پر فیصلہ لیا جانا چاہیے تھا لیکن انہیں یکسر نظر انداز کردیا گیا:

i. پاک امریکہ تعلقات

یہ اَمر قابلِ افسوس ہے کہ پاکستان مسلم دنیا میں امریکہ کی تازہ ترین کالونی بن گیا ہے ہمارا ہر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

قدم واشنگٹن کو خوش کرنے کے لئے اٹھایا جاتا ہے۔ چنانچہ امریکہ کو فوجی چوکیاں اور خفیہ معلومات کے تبادلہ سمیت ایسی سہولیات فراہم کی گئی ہیں جن کے نتیجے میں امریکی خفیہ سروس کے عہدیداران اور افسران کو پاکستان کی سرزمین پر کام کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں، جو بات زیادہ ناقابلِ یقین ہے وہ یہ کہ پاکستان کی خارجہ پالیسیاں امریکی ہیڈ کوارٹرز پر زیر بحث لائی جاتی ہیں اور ان اہم امور پر فیصلہ کیا جاتا ہے جب کہ اراکین قومی اسمبلی کو اگلے دن اس کی خبر ٹی وی اور پریس رپورٹوں کے ذریعے چودہ کروڑ ہم وطنوں کے ساتھ ملتی ہے۔ پاکستان امریکہ کی حاشیہ بردار ریاست بن گیا ہے اور کسی کو جرات نہیں کہ اس ندویانہ اور غلامانہ کارگزاریوں پر انگشتِ اعتراض بلند کر سکے۔ اس کے برعکس برطانوی پارلیمنٹ میں باوجود اس کے کہ برطانیہ امریکہ کا سب سے بڑا اتحادی ہے باقاعدگی سے اینگلو امریکن تعلقات کو زیر بحث لایا جاتا ہے اور اس میں اراکین کو اجازت ہوتی ہے کہ وہ ہر معاملے کا گہرائی میں جا کر جائزہ لیں اور زبردست تنقید و نکتہ چینی کریں۔ ان کارروائیوں کی ایک مثال درج ذیل ہے:

گیرانٹ ڈیویز (Corydor, Central lab): بہت سے رفقائے کار چاہیں گے کہ امریکی انتخابات سے آگے دو ہفتوں تک معاملے کو معرضِ التواء میں رکھا جائے۔ میں نہیں چاہتا کہ بش دوبارہ صدر منتخب ہو لیکن آئے دن فلوجہ میں دہشت گرد عراقی لوگوں کو ہلاک اور برطانوی باشندوں کو یرغمال بنا رہے ہیں اور یہ سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا جا رہا ہے۔ کیا میرا معزز دوست اس سے اتفاق کرتا ہے کہ اگر فوجی اقدام ناگزیر ہے تو ہمیں اب یہ کر گزرنا چاہیے اور محض اس لئے کہ ہم بش کو پسند نہیں کرتے برطانوی اور عراقی زندگیوں کو جنگ کی بھینٹ نہیں چڑھانا چاہیے۔

مسٹر ہون: میں اس حد تک اپنے دوست سے اتفاق کرتا ہوں یہ بات اہم ہے کہ ہمیں جو بھی درخواست موصول ہو نہ صرف ہمارے امریکی اتحادی کی طرف سے بلکہ حالات کی نزاکت کے پیش نظر خواہ عراق کی خود مختار حکومت کی طرف سے ہو جو لاقانونیت، تشدد، دہشت گردی، قتل و غارت گری، اغوا کا خاتمہ چاہتی ہے یہ فوجی نقل وحرکت اس عمل میں اپنا کردار ادا کرے گی۔

مسٹر رابن کک: میرے معزز دوست کے قابل ذکر بیان کی روشنی میں امریکی فوجی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دستوں کا صرف ایک تہائی جنگی صلاحیت رکھتا ہے۔ کیا وہ اس بات سے اتفاق کرتا ہے کہ امریکی چیفس آف سٹاف نے ڈانلڈ رمز فیلڈ کو تنبیہ کیا تھا کہ وہ ابتدائی طور پر عراق میں فوجی دستے کافی تعداد میں نہیں بھیج رہا اس فوجی نقل وحمل کی واپسی پر اس نے امریکہ سے کیا یقین دہائیاں حاصل کیں؟ اور یہ کہ وہ ہماری بات اچھے اور قابلِ اعتبار اتحادیوں کی طرح سنے گا جب ہم نے اسے یہ مشورہ دیا کہ وہ فلوجہ میں شہری اموات کو کم سے کم رکھے بالخصوص جب آج کے فیصلے کے نتیجے میں ہمیں ان جانی نقصانات کا زیادہ سے زیادہ ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا۔

مسٹر ہون: میرے معزز دوست اور میں نے عراق میں ایک دوسرے کے قریب رہ کر اکٹھے کام کیا اور بہت سے ایسے مواقع تھے کہ ہم نے اپنی مسلح افواج کی تنظیم نو کے حوالے سے بات کی۔ وہ یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ اگلی سرحدوں پر کوئی بھی فوج ہو اس میں لڑاکا فوجی دستے اور امدادی فوجی دستے ہوتے ہیں یہ میرا نکتہ بالکل واضح ہے اور مجھے امید ہے وہ اسے قبول کرے گا۔ اس امر سے کوئی چارہ نہیں کہ امریکی فوجوں کا ایک خاص تناسب جو عراق میں نقل وحرکت میں ہے وہ اگلی سرحد کے لڑاکا دستوں میں مقابلۃً کم تناسب بکتر بند فوجی دستوں پر مشتمل ہے اس بناء پر ایک خاص نقل وحرکت کا ہونا ضروری ہے۔ (حاشیہ نمبر۲)

ہماری قومی اسمبلی اس قدر بے بس ہے کہ ہمارا ملک عملی طور پر امریکی انتظامی کالونی بن کر رہ گیا ہے اور وہ اس صورتِ حال کو چیلنج یا اس پر بحث بھی نہیں کرسکتی۔ ہماری خارجہ پالیسی کی بنیاد امریکی احکام، خواہشات، ترجیحات اور حکم ناموں پر ہے ہم اپنے مقاصد سے قطع نظر امریکی مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ بن گئے ہیں۔ ہماری پالیسیاں ہمارے جغرافیائی اور سیاسی مقاصد کے تابع نہیں بلکہ امریکی فرامین واحکام کے تابع ہیں۔ ہماری حاکمیت، خودمختاری، اختیار، آزادی اور قومی سلامتی امریکی خوشنودی کے لئے رہن میں رکھ دی گئی ہے۔ ہم نے شعوری طور پر یہ غلامی قبول کرلی ہے اور اقوامِ عالم میں عزت یافتہ غلاموں کا مقام حاصل کرلیا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا گذشتہ اڑھائی سالوں میں ہماری قومی اسمبلی اس حیثیت میں تھی کہ وہ جاری پاک امریکی تعلقات میں اپنے قومی مفادات پر بات کرسکے ہمارے صدر نے متعدد

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بار امریکہ کا دورہ کیا ہے، اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی سے خطاب بھی کیا ہے، امریکی صدر اور امریکی حکام سے ملاقاتیں کی ہیں جن میں اہم فیصلے کئے گئے اور وعدے وعید اور اعلانات بھی ہوئے جن کی تعمیل و نفاذ دیگر حکومتی عہدیداروں نے کی۔ کیا قومی اسمبلی کو کبھی اعتماد میں لیا گیا؟ کیا اسے کبھی بات چیت کے ایجنڈے، طے شدہ فیصلوں اور ذمہ داریوں کے بارے میں مطلع کیا گیا۔ کیا اسے اس معاملے کے حوالے سے بات کرنے اور اپنی رائے پیش کرنے کی اجازت دی گئی؟ کیا یہ اَز رُوئے آئین زیادہ مناسب نہ ہوتا کہ ان تمام ذمہ داریوں کو وزیراعظم سرانجام دیتا اگر ہم پارلیمانی جمہوریت ہیں تو ان تمام معاملات کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے اور ان ایشوز کا فیصلہ کرنے کا مجاز کونسا ایوان ہے؟ قومی اسمبلی کا کبھی یہ دردِ سر نہیں رہا اور اسے ان معاملات پر سوچ بچار کرنے کی اجازت بھی نہیں دی گئی۔ یہ اس ملک کے نظم و نسق چلانے کا طریقہ نہیں کیونکہ یہ مطلقاً آئین، جمہوریت اور پارلیمانی آداب کی خلاف ورزی ہے۔ 'دوہرا یونیفارم بل' منظور کرنے سے پہلے فیصلہ سازی کا یہی حکومتی انداز اپنایا گیا۔ اس کے بعد کیا ہوگا اس کے بارے میں نہ تو کوئی جانتا ہے اور نہ ہی کسی کو فکر ہے۔

ii. بین الاقوامی دہشت گردی اور امریکہ کا عالمی سطح پر تسلط

قومی اسمبلی پاکستان کو کبھی اجازت نہیں دی گئی کہ وہ کھل کر عالمی دہشت گردی پر بحث کر سکے دہشت گردی کے خلاف دنیا بھر میں ہونے والی جنگ سے متعلق مختلف ایشوز پر اپنا موقف متعین کرنے دہشت گردی کے خلاف جاری عالمی جنگ میں پاکستان امریکہ اور مغرب کا اتحادی اور اپنے اعتراف کے مطابق فرنٹ لائن اسٹیٹ بنا ہوا ہے، لیکن اس کردار کی نوعیت اور اس کے فوائد کبھی بھی قومی اسمبلی کے فلور پر زیر بحث نہیں آئے۔

اس وقت ضروت اس مر کی ہے کہ تنظیمی دہشت گردی اور ریاستی دہشت گردی کے مابین فرق واضح کیا جائے دفاعی جنگ اور جارحانہ جنگ کو ممیّز کیا جائے، خود ساختہ خوف کے نظریہ کو بربریت کے خوف سے الگ کیا جائے جب کہ ہم اپنے فرنٹ لائن اسٹیٹ کے کردار اور معاملات کی اصلیت کا تجزیہ کیے بغیر آگے بڑھ رہے ہیں۔ عالمی امن کو سب سے بڑا خطرہ ریاستی دہشت گردی سے ہے جو دہشت گردی کی دیگر تمام اشکال کی جڑ ہے۔ یہ قومی اسمبلی کا فرض تھا کہ وہ ریاستی دہشت گردی اور دہشت گردی کے خلاف ہونے والی جنگ کے موضوع پر بحث کرے۔ اگر اس بحث کی اجازت دے دی جاتی تب ہی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس نتیجہ پر پہنچا جاسکتا تھا کہ امریکہ دنیا کا سب سے بڑا جارحیت پسند ملک ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ضمیمہ الف) اس صورت میں قومی اسمبلی امریکہ اور بقیہ دنیا کے ساتھ ہمارے تعلقات پر نظر ثانی کرنے اور انہیں متوازن بنانے کے لیے کچھ مضبوط اور ٹھوس وجوہ مہیا کرسکتی تھی۔

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ امریکہ نے عالمی امن کے فروغ کے لیے سلامتی کونسل میں پیش کی گئی قرار دادوں میں سے 140 سے زائد کو کبھی تنہا، کبھی اسرائیل کے ساتھ اور کبھی دوسری اقوام کے ساتھ مل کر ویٹو کیا اور اس طرح پوری دنیا کے منشا کو ردّ کر دیا گیا۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ضمیمہ ب) بدقسمتی سے اس طرح کے حقائق کبھی بھی قومی اسمبلی میں زیر بحث نہیں آئے جس سے ہم بین الاقوامی معاملات میں اپنی پوزیشن اور نکتہ نظر متعین کرسکیں اور اپنی خارجہ پالیسی کے لیے رہنما اصول تشکیل دے سکیں اس کے برعکس امریکہ کے سب سے بڑے اتحادی برطانیہ کی پارلیمنٹ میں امریکہ کی ریاستی دہشت گردی پر بحث کی گئی، جس میں امریکہ کے عراق پر حملہ کے بارے میں بہت سارے حقائق سامنے آئے ایک اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

> لیبر پارٹی سے تعلق رکھنے والا رکن پارلیمنٹ ہیری کوہن کہتا ہے: ''میں اپنے فاضل دوست لین رانٹ کی پہلی اور عمدہ تقریر پر انہیں مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ جنگ کا اقدام غلط تھا اور جھوٹے شواہد کی روشنی میں اٹھایا گیا۔ وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے کوئی ہتھیار موجود نہیں تھے۔ اسی لیے ہمیں آزادی دہندہ کبھی نہیں سمجھا گیا۔ غلط مفروضات کی وجہ سے ملک کو مابعد جنگ محفوظ بنانے کے لیے بھی کوئی ٹھوس منصوبہ بندی نہیں کی گئی۔ اس جنگ نے مشرقِ وسطی کو محفوظ بنایا ہے نہ اسرائیل فلسطین کی کشمکش کی شدت کم ہوئی۔ صدام کے عراق او رالقاعدہ کے مابین کوئی تعلق ثابت نہیں ہوا بلکہ وہ تو ایک دوسرے سے متنفر تھے۔ ایک پولیس اسٹیٹ کو ناکام ریاست بنایا گیا جس میں کام کرنے کے لئے دہشت گردوں کو مزید سازگار ماحول ملا، جہاں تک دہشت گردی کے خلاف جنگ کا تعلق ہے تو یہ ایک غلط ہدف تھا۔ مصر کے صدر حسنی مبارک نے خبر دار کیا تھا کہ ''(عراق کے خلاف جنگ سے) ہم ایک بن لادن کی بجائے ایک سو (۱۰۰) بن لادن پیدا کر رہے ہیں۔'' دورانِ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جنگ اور اس کے بعد قریباً چالیس ہزار لوگوں کو جن میں سے اکثر معصوم شہری تھے ہلاک کر دیا گیا۔ میں معاشی پابندیوں کے حق میں نہیں، صرف اسلحہ کی تجارت پر پابندی برقرار رہنی چاہیے، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ عراق نے تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں پر کام کیا تھا حالانکہ وہاں کوئی ہتھیار نہیں تھے، اس کے باوجود پابندیاں لگائی گئیں جن سے غریب متاثر ہوا اور گزشتہ ایک عشرے میں دس لاکھ سے زائد عراقی مارے گئے۔ پابندیوں نے اپوزیشن کو عراق میں تبدیلی لانے کی صلاحیت کو کمزور کر دیا، تاہم میرے فاضل دوست اور رکن پارلیمنٹ مسٹر کک کا یہ کہنا درست ہے کہ ''اگر امریکہ کا ۲۰۰۰ء کا انتخاب الگور جیت جاتا تو پابندیاں جاری رہتی اور برطانوی حکومت بھی اسے تحدیدی کارروائیاں خیال کرتے ہوئے حمایت جاری رکھتی۔'' جنگ بش فیملی کا منصوبہ تھا۔ صدام نے جارج بش کو سپولیا کہا تھا اور بش نے ۱۹۹۳ء میں صحافیوں کو یاددہانی کروائی کہ صدام نے میرے والد کو قتل کرنے کی سازش کی تھی۔

بش سینئر نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ خلیج کی جنگ میں اس نے اپنی فوجوں کو عراق میں بصرہ سے آگے بغداد کی طرف نہیں بھیجا کیونکہ واپسی کا منصوبہ واضح نہیں تھا اور امریکی فوج شدید دشمن علاقے کی قابض فوج بن جاتی۔ بش جونیئر اس کو ادھورا کام سمجھا، وہ اپنے ہمنواؤں کے ساتھ مل کر اس کی تکمیل کا خواہاں تھا چاہے اس کے نتائج کچھ بھی ہوں۔

اجتماعی قبریں صدام حکومت کی دہشت و ہیبت کی تصدیق کرتی ہیں لیکن وہ ریگن انتظامیہ کے ساتھ مشترک مشن پر تھے ریگن انتظامیہ ایران میں اسلامی انقلاب کو کمزور کرنا چاہتی تھی اور اس مقصد کے لیے انہوں نے صدام کو جنگ شروع کرنے کے لئے آلہ کے طور پر استعمال کیا اسے ہتھیار، رے ڈار نشانہ لینے والے آلات دیے گئے اور اسے جرمن ذرائع سے کیمیائی ہتھیار بھی مہیا کیے گئے۔ 1991 کی خلیج جنگ کے بعد بش سینئر کی حکومت نے مخالفین صدام کو ابھارتے ہوئے اچانک محسوس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیا کہ ان میں سے اکثر شیعہ یعنی ایران کے حلیف ہیں، پھر اس نے ان کی صدام کے ہتھیاروں تک رسائی روک دی اور صدام کی فوجوں کو منظّم ہونے کی اجازت دی تاکہ شیعہ آبادی کو قتل و غارت کا نشانہ بنا سکیں اور اس طرح صدام کی طاقت بحال کی گئی۔

اکثر لوگوں کا موقف یہی ہے کہ تیل کی خاطر عراق پر جنگ مسلط کی گئی اور میں بھی اس سے متفق ہوں لیکن دو نکات پارلیمنٹ کے ریکارڈ پر لانا ضروری ہیں:

اولاً: ایلین اسٹارکی نے دی انڈیپنڈنٹ کی 17 اپریل کی اشاعت میں لکھا کہ جنگ کو مذہبی منطق و فلسفہ سے تقویت دی گئی۔ اس عقیدہ میں مہذب دنیا کا فرض ہے کہ وہ وحشیوں کو راہِ راست پر لائے۔ ان کا اعتقاد ہے کہ ''ہم تہذیب یافتہ ہیں اس لیے ہم اچھا ہی کریں گے۔'' وہ کہتی ہے: ''اچھائی یا برائی کے لیے عراق کو میدانِ جنگ کے طور پر دیکھنے میں عیسائی ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔'' اور ''عیسائی دنیا میں مہذب لوگ نہیں کیونکہ خدا کی طرف سے لوگوں کی تخلیق جبلی عظمت و اہمیت کے ساتھ ہوئی۔'' وہ مزید لکھتی ہے: ''تہذیب پر مسلط ہونے پر مبنی ہمارے ذہنی میلان کا خطرہ ایک واضح چیز ہے۔ ہم سیدھے سادھے سوالات کا سامنا نہیں کرتے۔

ثانیاً: بین وائٹ نے مڈل ایسٹ انٹرنیشنل کے 23 جنوری کے شمارہ میں لکھا کہ امریکی حکومت میں سپر ہیرو والی ذہنیت کا سراغ لگانا ممکن ہے جس میں امریکہ کے بارے میں یہ تصور ہے کہ یہ ایسے سپر ہیرو کا سمبل ہے جو ضروری حد تک قانون کا پابند ہے، لیکن کسی بھی شخص کو بڑی برائی سے روکنے کے لیے اسے عام معاشرتی ضوابط توڑنے کی اجازت ہے۔'' اچھائی برائی کی ناقص تعین میں امریکی حکومت نے خود کو قانون سے بالاتر ظاہر کیا ہے یہ نکات امریکہ و برطانیہ میں برتری کے جھوٹے تصورات کی طرف لے جاتے ہیں کہ جس میں بین الاقوامی قانون اور رائے عامہ کے خلاف ہونے والی جنگ کی توجیہات پیش کی جاتی ہیں۔

اگرچہ عراق میں برطانوی فوج کی بھاری اکثریت نے مشکل اور عظیم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کارہائے نمایاں سرانجام دیئے، لیکن انہیں برے مقاصد کے لیے استعمال کیا گیا۔ امریکی افواج کے ساتھ اس کی موجودگی ہی عدم تحفظ کی بنیاد ہے۔ یہ افواج غیر ملکی قابض خیال کی جاتی ہیں جو قومی جنگِ آزادی کی صورت میں مزاحمت پیدا کررہی ہیں۔ امریکہ عراق چھوڑنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا اور تیل کے ذخائر اپنے زیرتسلط رکھتے ہوئے ہمسایہ عرب ممالک پر فوقیت قائم رکھنا چاہتا ہے۔ اس طرح عدم تحفظ اور قتل و غارت گری ختم نہ ہوگی۔

عراق کی تعمیرِ نو کے لیے کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی حال ہی میں میں نے برطانیہ کے زیر اثر علاقہ بصرہ میں جلنے والے کربلا آئی کلینک کے لیے بطور مدد کچھ رقم لینے کے لیے کیش پیش کیا تو اس وقت میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب مجھے بتایا گیا کہ برطانیہ دوسرے درجے کا مستعمل سامان مہیا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا، اور اس طرح کے مقاصد کے لیے صرف ۲ لاکھ پاؤنڈ سالانہ مختص ہیں۔

چھوٹے چھوٹے کلسٹر بم اور دیگر نہ پھٹنے والا اسلحہ صاف نہیں کیا گیا۔

تاوانِ جنگ نے صدام کی اقتدار سے رخصتی کے بعد عراق کے مطلوبہ وسائل کو بری طرح نچوڑ کر رکھ دیا ہے۔ تاوان کی رقوم کویت اور بڑی بڑی کارپوریشنوں کی تحویل میں چلی جاتی ہیں حالاں کہ افلاس زدہ عراقیوں کا ان پر کہیں زیادہ حق ہے۔

دی گارڈین کے نومی کلین کی بدولت اب ہم یہ جان گئے ہیں کہ صدر بش کا قاصد جیمز بیکر ددہری سرکاری گیم کھیل رہا تھا۔ وہ سرکاری طور پر قرضوں سے خلاصی کی کال دیتا مگر اندرونی طور پر کارلائل گروپ کی جانب سے کثیر رقم کے عوض روپے کا بہاؤ کویت کی طرف موڑنے کا وعدہ نبھارہا تھا۔ اس طرح کویتی رقم بٹورتے رہے اور عراقیوں سے چوری کے مرتکب قرار پائے۔

اس عمل میں اقوام متحدہ کو غلط استعمال کیا گیا۔ خارجہ سیکرٹری نے اقوامِ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

متحدہ کی اس تازہ ترین قرار داد کا کریڈٹ لینا چاہا جو بغیر واضح کیے تاوانِ جنگ جاری رکھنے کی اجازت دیتا ہے۔ وہ بیکر کے کردار سے آگاہ نہیں، اسے ضرور بیوقوف بنایا گیا ہے۔ یہ تاوان ناقابلِ قبول ہیں وہ اسی طرح معاشی بدحالی اور کشمکش میں اضافہ کا باعث بنے جس طرح جنگ عظیم اول کے بعد جرمنی میں ہوا۔ انفراسٹرکچر کی تعمیرنو کے لیے پرائیویٹ کنٹریکٹرز اور بدعنوان امریکی کارپوریشنوں کی بجائے عراقی کاروباری حلقوں اور کارکنوں کو ترجیح دی جانی چاہیے تھی۔ ہالی برٹن کمپنی کو بغیر مقابلہ کے بڑے بڑے ٹھیکے ملنے پر برطانیہ کیوں خاموش رہا؟ ابوغریب جیل اسکینڈل کے مضمرات اب بھی جاری ہیں اور یہ صرف امریکہ کے لئے نہیں۔

وزیرموصوف نے خود اعتراف کیا ہے کہ برطانوی سپاہی عراقی قیدیوں کے انتظام و انصرام میں ملوث ہوئے۔ اس نے برطانوی انٹیلی جینس کے دو افسروں ..... کرنل کرس ٹیرنگٹن اور کرنل کیمپبل جیمز ..... کا ذکر کیا جو عراقی قیدیوں سے تفشیش کے ذمہ دار امریکی یونٹ میں شامل رہے۔ یہ بات بطورِ دلیل کہی جاسکتی ہے کہ کاروبار کی طرح مشترکہ اور انفرادی ذمے داری کا اصول بروئے کار لایاجائے۔ وزیراعظم نے برطانوی حکومت کی جانب سے صدام کے ہٹائے جانے کا کریڈٹ لیا۔ اس طرح ہم اتحادی افواج کی تمام تر کارکردگی کی ذمہ داری سے مکمل طور پر نہیں بچ سکتے۔

زیرحراست بہت سی ہلاکتیں ہوئی جن میں سے کئی برطانوی فوجیوں کے ہاتھوں ہوئیں۔ کئی معاملات زیرتفشیش ہیں۔ اس ملک میں دائیں بازو کا پریس عدالتی عمل روکنے کے لیے دباؤ ڈال رہا ہے۔ ان کا موقف ہے کہ اگرچہ جنگ غیر قانونی تھی لیکن قصور واروں کے خلاف قانونی کارروائی ضروری ہے، عراقیوں کو بھی انسانی حقوق ملنے چاہئیں مگر جس طرح حکومت برطانوی عدالتوں میں مقدمے لڑ رہی ہے وہ مایوس کن ہے۔

جنوری میں عراق میں ہونے والے مجوزہ انتخابات صرف بش کی انتخابی مہم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے لیے زیتون کی ایک شاخ ہے۔ اگرچہ انتخابات کی خواہش رکھی جاتی ہے لیکن موجودہ حالات میں وہ ناقابلِ عمل ہیں، اور میرے خیال میں جونہی امریکہ کے انتخابات ختم ہوں گے میرا موقف مان لیا جائے گا۔ درمیانی مدت کی کم زور حمایت کی حامل حکومت کا لیڈر آیت اللہ سیستانی ہے۔ اگر ضروری ہو تو بغیر انتخابات کے حکومت اسے دی جانی چاہیے لیکن وہ اس بات کی ضمانت فراہم کرے کہ اپنی حکومت میں کردوں، سنیوں اور مقتدیٰ الصدر کو نمائندگی ضرور دے گا اور جونہی قابل عمل ہوا انتخابات کرائے گا اس پر عمل درآمد کے لیے فوجی دستوں کی واپسی کا وعدہ ضروری ہے۔

وزیراعظم نے جو کہ اس ملک کی اکثریتی رائے کا نمائندہ ہے بیس لاکھ برطانوی لوگوں کے جنگ کے خلاف ہونے والے مارچ کے باوجود طاقت یعنی امریکہ میں بش حکومت کا انتخاب کیا۔ یہ ان کے قومی مفادات کی تعبیر ہے اور ہمارے پاس جواز صرف یہ ہے کہ ''ہم نے صدام سے چھٹکارا پالیا ہے۔'' یہ درست ہے، مگر ہم نے دیگر چالیس ہزار سے بھی چھٹکارا پالیا ہے۔ اقوامِ متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے بھی کہا ہے کہ جنگ غیر قانونی تھی، صدام جیسے بلکہ اس سے بھی برے بہت سے آمر رہے ہیں لیکن ان کے خلاف اس طرح کی کارروائی نہیں کی گئی۔ وزیر اعظم نے ہاؤس کو بتایا کہ صدام برسراقتدار رہ سکتا تھا اگر وہ اقوامِ متحدہ کی قرار داد نمبر 1441 پر عمل کرلیتا۔ پس جیسا کہ سمجھا جاتا ہے اس سے چھٹکارا پانا فی نفسہٖ مقصد نہ تھا۔

میرے پاس وقت کم ہے لیکن میں یہ بیان کرنا چاہوں گا ہمارے فوجی بے ترتیبی و بدحواسی اور وائٹ ہاؤس میں موجود ناقابلِ لچک راسخ الاعتقاد غیر معقول پالیسیوں کی وجہ سے مارے گئے۔ دہشت گردی کے خلاف بپا کی جنگ غیر مرتکز اور مہنگی بن چکی ہے۔ اگر بش دوبارہ بھی منتخب ہوجائے تب بھی اس کی غلطیوں کے باعث ہمارے فوجیوں کی ہلاکت کا سلسلہ جاری نہیں رہنا چاہیے۔ میں جلد ہی کسی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

موقع پر ان کی وطن واپسی کی تحریک کی حمایت جاری رکھوں گا۔ یہ بسرعت تمام جان چھڑا کر بھاگنے والی بات نہیں بلکہ کسی حل تک پہنچنے کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا ہے۔ جب تک برطانیہ اور امریکہ کی غیر ملکی فوجیں عراق پر قابض ہیں کوئی حل ممکن نہیں۔ (حاشیہ نمبر۳)

iii. اِسرائیلی جارحیت

اسرائیل گزشتہ کئی سالوں سے فلسطینیوں کے انسانی حقوق کی مسلسل خلاف ورزیاں جاری رکھے ہوئے ہے اور فلسطینی علاقوں پر پے در پے غیر قانونی تسلط، بمباری اور حقوقِ انسانی کی خلاف ورزیوں کے ذریعے اہل فلسطین پر سنگین جارحیت کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اسرائیل کی مذمت میں جتنی قراردادیں منظور کی جاتیں انہیں امریکہ ویٹو کر دیتا، حالیہ ویٹو کی کارروائی 5 اکتوبر 2004ء کو عمل میں آئی۔ (حاشیہ نمبر ۴) اس سارے عمل کے باوجود پاکستان کی قومی اسمبلی کو ایک دفعہ بھی یہ توفیق نہ ہوئی کہ وہ اسرائیلی جارحانہ کارروائیوں کو موضوع بحث بنائے۔ کیا پاکستان عالمی برادری اور مسلم امہ کا حصہ نہیں؟ کیا عالمی سیاست میں اس کا کوئی کردار نہیں؟ مشرق وسطیٰ کی معاملات سے اسے کوئی دلچسپی نہیں اور اس سے متعلق بنائی جانے والی پالیسیوں میں اس کا کوئی عمل دخل نہیں؟ یہ شرم سے ڈوب کر مرنے کا مقام ہے کہ اپنے بھائی بند فلسطینی مسلمانوں کے حالِ زار کو ہم زیر بحث لانے کی جرأت بھی نہیں رکھتے جب کہ برطانیہ جیسے دیگر ممالک مقبوضہ فلسطین کی صورت حال کو زیر بحث لاتے رہتے ہیں۔ برطانوی پارلیمنٹ نے متعدد مواقع پر فلسطینی موقف کی حمایت کا اظہار کیا اور اسرائیلی جارحیت کو تواتر کے ساتھ تنقید کا نشانہ بنایا۔ برطانوی وزیراعظم سے کئے گئے سوالات سے ایک اقتباس درج ذیل ہے:

مسٹر ارنی راس (ڈنڈی): اگرچہ میں اپنے معزز دوست کے آج کے بیان کو خوش آمدید کہتا ہوں تاہم گزشتہ چند ہفتوں میں امریکی حکومت اور بالخصوص صدرِ امریکہ نے فلسطینی ریاست کے قیام کے بارے میں جو وعدے وعید کئے ہیں وہ اہمیت کے حامل ہیں۔ ہم میں سے جن احباب کا تیس سال سے بھی زیادہ عرصہ سے شرقِ اوسط اور اسرائیل فلسطین کے مسئلہ سے سابقہ رہا ہے وہ یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ یہ فلسطینی مسئلہ کی جڑ ہے اور صرف اس کو حل کرنے سے ہی اس علاقے کا امن بحال

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوگا۔ ہم ایسے امریکی صدر کے لئے چشم براہ رہے ہیں جو فلسطینی ریاست کے قیام کی ضرورت کو تسلیم کرتا ہو حالیہ بیان کی اہمیت سے انکار نہیں بشرطیکہ کولن پاول اس میں فی الفور مداخلت کرے اور امریکی صدق دل سے اپنا کردار ادا کریں تبھی فلسطینیوں کو یقین آئے گا کہ صدر اور امریکی عہدیدار فی الحقیقت اہل فلسطین کے حق ریاست کو تسلیم کرتے ہیں یہ عمل امن کی تعمیر میں دور رس ہوگا۔

وزیراعظم: مجھے یقین ہے کہ میرے معزز دوست نے اس بارے میں جو کچھ کہا وہ درست ہے۔ اس گھمبیر صورت حال میں تمام عالمی برادری کی ایک پائیدار فلسطینی ریاست کے قیام کے لئے کاوش امید کی ایک کرن ہے۔

ڈاکٹر جولین لیوس (لیوفارسٹ): بعض لوگوں کی رائے میں یاسر عرفات خودکش حملوں کے خلاف تو ہے لیکن انہیں روکنے کی قدرت نہیں رکھتا جبکہ دوسروں کے خیال میں وہ ان خودکش کارروائیوں کے حق میں ہے اور انہیں روکنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔

وزیراعظم جو ہم سے زیادہ اور بہتر اطلاعات تک رسائی رکھتے ہیں ان کے خیال میں حقیقت کیا ہے؟

وزیراعظم: میں اس خیال کا حامی ہوں کہ اگر امن کا عمل مناسب طریقے سے جاری رہے تو فلسطینی اس میں شامل ہونے کے کیلئے آمادہ ہیں اگرچہ فلسطینی حکام کی دہشت گردی پر قابو پانے کے مناسب اقدام کرنے میں ناکامی یا اس سے پہلو تہی پر جو تنقید کی جاری ہے مجھے اس سے اتفاق ہے۔ ہمیں یہ بات تسلیم کرنا ہوگی کہ اس سے ہمیں نپٹنا ہوگا اور ہم اس امر کا انتخاب نہیں کر سکتے کہ ہمارا ان میں سے کن لوگوں سے واسطہ پڑے گا۔ معزز رکن کے سوال کا صحیح جواب یہ ہے کہ حقیقی خطرہ یہ ہے کہ جب تک خوں ریزی اور تشدد جاری رہتا ہے ایک قسم کی لاتعلقی کا رویہ قائم رہے گا اور یہ عملاً جاری ہے جبکہ طرفین میں سے بے گناہوں کا خوں بہایا جارہا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

متعدد معزز ارکان کھڑے ہوگئے۔

مسٹر اسپیکر: آرڈر! میں ایوان کو یاد دلاتا ہوں کہ آئندہ ہفتے اس موضوع پر بحث کی جائے گی۔(حاشیہ نمبر۵)

برطانوی پارلیمنٹ سے ایک اور مثال

مسٹر ہوم روبرٹسن: یہ جواب خوش آئند ہے۔

تنظیم آزادی فلسطین کے ناقابل فہم عوامی ردعمل کے باوجود جو کویت پر حملے کے بارے میں ان کی طرف سے آیا کیا سیکرٹری آف سٹیٹ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ پی۔ ایل۔ او کا نجی دباؤ گزشتہ دسمبر دوسری باتوں کے علاوہ برطانوی اور دیگر غیر ملکی یرغمالیوں کی صدام حسین کے چنگل سے رہائی پر منتج ہوا؟ کیا وہ یہ بات بھی تسلیم کریں گے کہ مشرق وسطی میں فلسطینیوں کے جائز حقوق بحال کئے بغیر امن و سلامتی کا کوئی امکان نہیں؟ کیا وہ میرے ساتھ سیکرٹری آف سٹیٹ کے اس بیان کو خوش آئند قرار دیں گے کہ وہ پی۔ ایل۔ او کے کردار کے تسلسل کو جاری رکھنے کے حق میں ہیں۔ کیا ہم برطانوی حکومت سے یہ توقع رکھ سکتے ہیں کہ وہ مستقبل قریب میں پی ایل او کے اَرکان سے مذاکرات کریں۔

مسٹر ہرڈ: یہ بات یقیناً سچ ہے کہ فلسطینیوں کے مسئلے کے منصفانہ حل کے بغیر عرب اسرائیل مسائل کا کوئی حل ممکن نہیں۔ بدقسمتی سے یہ بات بھی سچ ہے کہ پی ایل او کی موجودہ قیادت اتنی زیادہ ضعف و انحطاط کا شکار ہے کہ وہ صدام حسین کی جارحیت کے حوالے سے فلسطینیوں کا مؤقف بیان کرنے سے قاصر ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس سے فلسطینیوں کو نبرد آزما ہونا ہے۔ میں سیکرٹری بیکر کی فلسطینیوں سے کل ہونے والی ملاقات کو خوش آمدید کہتا ہوں جیسا کہ معزز رکن جانتے ہیں کہ ہم ان فلسطینیوں سے رابطے میں ہیں جو مقبوضہ فلسطین اور تیونس میں مقیم ہیں۔(حاشیہ نمبر۶)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایک اور مثال

ہمیں اسرائیل کے ان دوسو نیوکلائی ہتھیاروں پر بھی بحث کرنی چاہئے جو وہ deploy کیے ہوئے ہے۔ ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ Mordechai vanunu جس نے اپنی زندگی کے سولہ سال اسرائیل نیوکلیائی ہتھیاروں کی موجودگی کے سچ بتانے اور احتجاج کرنے میں صرف کردیے جبکہ اس کے گرد و پیش دوسرے سب دروغ گوئی کے مرتکب ہو رہے تھے۔ اگرچہ اس کو ایک قسم کی قید و بند سے رہائی مل گئی ہے تاہم اس پر یہ پابندی ہے کہ وہ اسرائیل چھوڑ کر کہیں نہیں جاسکتا۔ (حاشیہ نمبر ۷)

iv. عراق جنگ

عراق کے خلاف جاری جنگ کی بہت سے ممالک نے مذمت کی ہے اور اقوام متحدہ نے بھی امریکی مداخلت پر اپنی تشویش کا اظہار کیا ہے ۔ جنگ میں کود پڑنے کے امریکی جواز جو عام تباہی پھیلانے والے مہلک ہتھیاروں کے حوالے سے تھا جس کا کوئی ثبوت فراہم نہیں کیا جاسکا۔ اس پر پوری دنیا میں عوامی غم و غصہ کا اظہار کیا گیا تاہم قومی اسمبلی کو اس مسئلے پر اظہار خیال کرنے کا کوئی موقع نہیں دیا گیا اور وہ امریکی جارحیت کے نتائج اور عوامی رائے کو جو شروع سے اس جنگ کے خلاف تھی اور اراکین اسمبلی جو ان عوام کے نمائندے ہیں ان کو اپنا موقف ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دی گئی ۔ اس کے برعکس برطانوی پارلیمنٹ میں اس مسئلے پر اس کے شریک جنگ ہونے سے پہلے مکمل بحث مباحثہ ہوا جس سے جمہوری عمل کے بارے میں سبق اخذ کیا جاسکتا ہے، جو اس امر سے ظاہر ہے کہ خود برطانیہ کی حکومتی جماعت کے 139 اراکین نے اپنی حکومت کی پالیسی کے خلاف ووٹ دیا جو امریکی اتحادی کے طور پر جنگ میں شریک ہونے جا رہی تھی۔ (حاشیہ نمبر ۸)

موجودہ قومی اسمبلی کے کسی رکن کا حکومتی جماعت کے خلاف ووٹ دینے کی جرأت کرنا تو درکنار اس کو ایسے اقدام کی تحریک کرنے کی پاداش میں پارٹی کی جانب سے شدید تادیبی کاروائی کا نشانہ بنایا جاسکتا ہے۔ ایک مثال برطانوی پارلیمنٹ میں ہونے والی عام تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں پر کی گئی تنقید کے حوالے سے درج ذیل ہے:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لیوسمتھ (بلینیر گوینٹ لیب): جب میں نے دفاع کے حوالے گزشتہ سال بحث میں حصہ لیا تو میں نے اس بات کا ذکر کیا تھا کہ نیوکلیائی ہتھیاروں پر بحث مباحثہ سے ہچکچاہٹ کا رویہ پایا جاتا تھا۔ میرا مؤثر بہ ماضی مؤقف اس بارے میں غلط ثابت ہوا کیونکہ گزشتہ پورا سال ہم نے ایوان میں نیوکلیائی ہتھیاروں پر بحث کرتے ہوئے صرف کیا۔ افسوس کہ یہ نیوکلیائی ہتھیار جو زیر بحث آئے عراقی نیوکلیائی وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے فرضی ہتھیار تھے۔

سیکرٹری آف سٹیٹ کی افتتاحی تقریر سے ظاہر ہے ان ہتھیاروں کا نام لینے کے بارے میں اب بھی تذبذب اور تامل روا رکھا جارہا ہے۔ میرا نہیں خیال کہ موصوف نے اپنی تقریر کے دوران ایک بار بھی ان نیوکلیائی ہتھیاروں کا نام لیکر ذکر کیا ہو۔ ہمیں Trident پر بحث کرنی چاہئے جو 15 بلین ڈالر کی مالیت کا اجتماعی طور پر ہلاکت آفریں ہتھیار ہے، ہمیں ان لاکھوں نیوکلیائی ہتھیاروں کا ذکر بھی کرنا چاہئے جو امریکہ اور روس نے اپنی افواج کی تحویل میں دے رکھے ہیں۔

ہمیں اسرائیل کے نیوکلیاتی ہتھیاروں کو deploy کرنے کا معاملہ بھی زیر بحث لانا چاہئے۔ ہمیں پھر اسرائیلی Mordechai Vanunu کو نہیں بھولنا چاہئے جس نے اپنی زندگی کے سولہ سال اسرائیل کی نیوکلیائی صلاحیت کو احتجاج آمیز پیرائے میں ظاہر کرنے میں گزار دیے، جب کہ دوسرے اس سچ کو چھپانے اور جھوٹ کی تشہیر کرنے میں لگے ہوئے تھے۔

نیوکلیائی ہتھیاروں کے سوال کی طرف رجوع کرنے میں مجھے آج معذرت خواہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ سیکرٹری آف سٹیٹ کے یہ اعترافی بیانات سن لینے کے بعد مجھے یہ جان کر دلچسپی ہوئی کہ انہوں نے میرے سوالوں کے جواب میں کہا کہ وہ نیوکلیائی بٹن دبانے کے لئے آمادہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ وہ اس اقدام میں شریک ہونے کے لئے تیار ہوگا جس کے نتیجے میں اس خوبصورت خطّۂ اَرض میں ایسی عظیم ترین قتل و غارت گری اور تباہی آئے گی جس کی نظیر شاید ہی تاریخ پیش کر سکے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لیکن وہ ان حالات کا تذکرہ کرنے سے گریزاں ہے جن کے تحت وہ نیوکلیائی ہتھیار استعمال کرنے کے لئے تیار ہوگا۔

وہ ایوان کو یہ بتانے سے بھی انکاری ہے کہ وہ کونسا دشمن ہے جس کے خلاف یہ نیوکلیائی ہتھیار استعمال ہوں گے۔ حالیہ حکومتی کوشش جو نیوکلیائی ہتھیاروں اور وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کے جواز میں میرے معزز دوست کے سوال کے جواب کے دوران واضح ہوئی۔

یورپ کے وزیر نے بیان دیا:

''نیوکلیائی عدم پھیلاؤ کے معاہدہ NPT کے تحت پانچ اراکین ..... برطانیہ، امریکہ، فرانس، چین اور روس ..... کو قانونی طور پر نیوکلیائی ہتھیار رکھنے کی اجازت ہے۔ (آفیشل رپورٹ، یکم ستمبر 2004ء، جلد ۴۲۴)(حاشیہ نمبر ۹)

ب) علاقائی معاملات

i. پاک بھارت تعلقات اور مسئلہ کشمیر

پاک بھارت تعلقات پاکستان کی سلامتی، خارجہ پالیسی تجارت وغیرہ کے اعتبار سے نازک اہمیت کے حامل ہیں۔ لیکن ان مسائل کے حوالے سے کبھی پارلیمنٹ میں اظہار خیال نہیں کیا گیا۔ پاکستان کے مستقبل کا ایک اہم پہلو کشمیر کا تنازع سے جواب بھی جاری ہے۔ پاکستانی عوام اس مسئلے پر بہت متشوش اور فکرمند ہیں اور اہل کشمیر کے ساتھ ان کی انتہائی جذباتی وابستگی ہے جو طویل عرصہ سے آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو تقریباً ہر پاکستانی شہری کا موضوع گفتگو ہے لیکن قومی اسمبلی میں بیٹھے ہوئے ان کے نمائندگان کو کوئی موقع نہیں دیا جاتا کہ وہ کشمیری قوم کی زبوں حالی پر بات کرسکیں اور اس تنازع کو حل کرنے کے لئے اپنے خیالات کا اظہار کرسکیں بلکہ اس سے قطع نظر اسمبلی سے باہر بہت سے اہم فیصلے کئے گئے جنہیں اسمبلی کے فلور پر کبھی زیر بحث نہیں لایا گیا بلکہ انہیں پسِ دَر سفارت کاری (back door diplomacy) کی نذر کیا جاتا ہے صدر کی طرف سے براہِ راست پریس کو تجاویز دی گئیں جو بھارت کے متعلقہ ہم منصب ارباب بست و کشاد سے مخاطب ہو کر دی جاتی رہیں اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس معاملے کے حوالے سے پارلیمنٹ سے کبھی کوئی مشاورت نہیں کی گئی اور نہ ہی ان کی شمولیت گوارا ہوئی۔ یہ معاملہ کبھی پارلیمانی بحث و مباحثہ کا ایجنڈا نہیں رہا۔ میری دانست میں اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے کہ ہمارے حکمران نہیں چاہتے کہ یہ مسئلہ پارلیمنٹ میں طے ہو کیونکہ پارلیمنٹ ان کے ایجنڈے میں رخنہ اندازی کرتی ہے جب کہ بھارتی پارلیمنٹ میں ہر مسئلے پر بحث ہوتی ہے اور وہ اس کے حل کے بارے میں حکومت کو ہدایات دیتی ہے۔

برطانیہ شمالی آئر لینڈ کے ساتھ انتہائی حساس علاقائی تنازعوں میں الجھا ہوا ہے۔ اس مسئلے کے حوالے سے برطانوی قوم کے جذبات اسی طرح مشتعل ہوئے جس طرح پاکستانی قوم کے جذبات کشمیر کے حوالے سے ہیں۔ قطع نظر اس سے برطانوی پارلیمنٹ کے اراکین کو شمالی آئرلینڈ کے مستقبل کو زیر بحث لانے کے بھرپور مواقع حاصل رہے اور اس سلسلے میں ایوان کے فلور پر نہ کہ پس پردہ مسئلے کو حل کرنے کے بارے میں قانون سازی ہوئی۔ اس کی مثال ڈرافٹ شمالی آئرلینڈ ایکٹ 2000 (ترمیم) نمبر 2 آرڈر 2004ء میں دیکھی جاسکتی ہے۔ (حاشیہ نمبر۱۰)

دوطرفہ مذاکرات بھارت اور پاکستان کے درمیان جاری ہیں اور دونوں ممالک میں تجاویز اور ممکنہ حل کے منصوبوں کا تبادلہ جاری ہے لیکن بے چاری پارلیمنٹ کی ان تلک کوئی رسائی نہیں۔

ii. پاک افغان تعلقات

پاک افغان پالیسی بین الاقوامی تشویش کا باعث رہی ہے اور یہ دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ کا پیش خیمہ تھی۔ پاکستان امریکہ کا فرنٹ لائن اتحادی تھا جو اسے بمباری کی حمایت میں کلیدی نقل و حرکت اور فوجی نوعیت کی معلومات فراہم کرتا رہا۔ بعد ازاں اُسامہ بن لادن اور اس کے پیروکاروں کی تلاش کا کام جنوں کی حد تک بڑھ گیا اور پاکستان کو موردِ الزام ٹھہرایا جاتا رہا پاکستان اسے اور اس کے حمایتوں کو پناہ دیے ہوئے ہے۔ تاہم باوجود بڑے پیمانے پر بین الاقوامی تشویش اور بحث مباحثے کے قومی اسمبلی کو کوئی موقع نہیں دیا گیا کہ وہ اس مسئلے پر بھرپور مباحثے کا آغاز کرتی۔ پاکستانی قوم کو اعتماد میں نہیں لیا گیا اور جو فیصلے کئے گئے ان سے انہیں لاتعلق رکھا گیا اور نہ ہی عوام اور قومی اسمبلی کے اراکین کو کئے گئے فیصلوں سے باخبر کیا گیا اور انہیں صرف میڈیا کے ذریعے ہی ان کا پتہ چلا۔ ایک بار پھر دنیا بھر کے دیگر ممالک میں اس مسئلے پر سیر حاصل بحث کی گئی اور بالخصوص ہاؤس آف کامنز پبلی کیشنز مؤرخہ 25

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مارچ 1997ء ایوان کو پیش کی گی جس میں افغانستان اور طالبان کی مسلسل خانہ جنگیوں کو زیر بحث لایا گیا۔(حاشیہ نمبر۱۱)

ج) قومی و داخلی معاملات

i. دفاعی اور نیوکلیائی پالیسی

پاکستان کی قومی سلامتی ان اہم ترین مسائل میں سے ایک ہے جس کا قوم کو سامنا ہے بالخصوص اس کی نیوکلر پالیسی بہت اہمیت اختیار کر چکی ہے۔ باوجود اس کے کہ ڈاکٹرعبد القدیر اور اس کی ٹیم کی گرفتاریوں اور نظر بندیوں کے حوالے سے پیش آنے والے واقعات گہری تشویش کا باعث ہیں، اس پر قومی اسمبلی میں کوئی بات نہیں ہوئی۔ سب سے زیادہ سنگین معاملہ امریکی خفیہ ایجنٹوں کو دی گئی یہ اجازت ہے کہ وہ نیوکلیائی پروگرام میں شریک سائنسدانوں کی پکڑ دھکڑ اور تفتیش براہ راست کر سکتے ہیں۔ یہ قومی سلامتی معاملات کو پس پشت ڈالنے کے مترادف ہے۔عوامی غم و غصہ جو اس تمام واقعہ سے عہدہ برآ نے کے حوالے سے پایا جاتا ہے اس معاملے کو ایوان کے فلور پر زیر بحث لانے سے روک دیا گیا۔ بلکہ لگتا یوں ہے کہ امریکی خفیہ سروس پر حکومت عوامی منتخب نمائندوں سے زیادہ اعتماد کر رہی ہے۔ ایک بار پھر اگر ہم برطانوی پارلیمنٹ سے تقابل کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں حکومت کی اور دیگر ممالک کی نیوکلیائی پالیسیوں پر بڑی سنجیدگی اور تفصیل کے ساتھ بحث کی جاتی ہے۔(حاشیہ نمبر۱۲) ہماری پارلیمنٹ کے اراکین کو کوئی خبر نہیں کہ ہماری نیوکلیائی صلاحیت کے ساتھ کیا ہو رہا ہے، کیا اس میں کچھ بچا بھی ہے یا ہر چیز تہہ و بالا ہو کر رہ گئی ہے۔ کیا کسی دوسرے ملک کو معائنے، کنٹرول اور رسائی کا اختیار دے دیا گیا ہے؟ ہمارے نیوکلیائی پروگرام پر کیا کیا رکاوٹیں، شرائط، پابندیاں اور قدغن عائد کئے جا چکے ہیں؟ ہم کہاں کھڑے ہیں اور ہماری سلامتی کی صورت حال کیا ہے؟ پارلیمنٹ کا ان تمام معاملات سے کوئی سروکار نہیں۔

قومی اسمبلی کو کبھی یہ موقع بھی فراہم نہیں کیا گیا کہ وہ قومی دفاعی پالیسی کو زیر بحث لا سکے۔ قومی اسمبلی کو اس امر کی اجازت ہونی چاہئے کہ وہ مسلح افواج کے بجٹ اور اسلحہ پر مستقبل میں خرچ کی جانے والی رقوم اور ان کی ترجیحات پر بحث اور اس پر نظر ثانی کر سکے۔ اگر اس کھلے بحث مباحثے کی راہ میں قومی سلامتی کا احساس رکاوٹ ہے تو دوسری جمہوریتوں کے لئے کھلم کھلا بحث کرنے میں یہ امر مانع کیوں نہیں؟ کھلم کھلا مباحثے کی ایک مثال برطانوی پارلیمنٹ کے دفاعی پالیسی پر وہ تفصیلی اظہار خیال ہے جو 13

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اکتوبر 1995ء کو ہاؤس آف کامن پبلیکیشن میں ہوا۔ اس میں تفصیل سے دفاعی اعداد و شمار سالانہ برطانوی دفاع پر ہونے والے اخراجات کے حوالے سے دیئے گئے ہیں اور ہر شق کے بارے میں اخراجات کی تفصیل فراہم کی گئی ہے۔ یہاں تک کہ دفاعی افواج کے افراد کی تعداد کو ذیلی اعتبار سے تقسیم کا ذکر کیا گیا اور نیوکلیائی آبدوز کی تعمیر پر اٹھائے جانے والی لاگت بھی دی گئی ہے۔(حاشیہ نمبر۱۳)

ii. داخلی دہشت گردی اور سازشیں

پاکستان کے اندر ہونے والی دہشت گردی ایک سب سے بڑا خطرہ ہے جس کا اس وقت ملک کو سامنا ہے اس صورتِ حال نے معاشرے کی نیندیں حرام کر رکھی ہیں اور ہمارے شہریوں کو ہمہ وقت دھماکوں اور فائرنگ کا ناگہانی خطرہ درپیش رہتا ہے۔ ملک میں دہشت گرد مصروف عمل ہیں اور حکام کی طرف سے اس عفریت پر قابو پانے کے بظاہر کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ دہشت گردی کی جڑیں کہاں سے پھوٹتی ہیں اور وہ کون لوگ ہیں جو دہشت گردوں کی سر پرستی کرتے ہیں اور ان کے لئے ڈھال کا کام کرتے ہیں۔ ہم ان کا سد باب کرنے میں کیوں ناکام رہے ہیں باوجود اس کے کہ فوج پانچ سالوں سے برسر اقتدار رہے اور خفیہ ایجنسیوں کو لا محدود اور بلا روک ٹوک پورے اختیارات حاصل ہیں کہ وہ جو چاہے کریں۔ اس پر مستزاد ہمارا نعرہ اور تمام دنیا سے ہمارا وعدہ ہے کہ ہم اپنی سرزمین سے دہشت گردی کی تمام شکلوں کا قلع قمع کر دیں گے لیکن آج تک اس نحوست کا خاتمہ نہیں ہوسکا اور یہ کم ہونے کی بجائے روز افزوں ہے۔ ایسا کیوں؟ صرف اس لئے کہ ہم اس پر قابو پانے کی نہ تو صلاحیت رکھتے ہیں اور نہ ہی ہمارا ایسا کوئی ارادہ ہے بعض حلقوں سے الزام دیا جاتا ہے کہ مٹھی بھر با اثر عناصر یہ کھیل کھیل رہے ہیں اور دہشت گردی کی کاروائیوں کے ذمہ دار ہیں۔اس سلسلے میں تشدد اور فرقہ پرستی کو مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے اور دنیا کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ اندرونی خلفشار اور بے چینی مکمل حکومتی عمل دخل میں رکاوٹ ہے۔ صحیح یا غلط حقیقت کچھ بھی ہو ان سوالات کو شرح و بسط کے ساتھ قومی اسمبلی میں اٹھایا جانا چاہئے اور حکومت کا محاسبہ اور اس کی نااہلی پر باز پرس ہونی چاہئے۔

قومی اسمبلی کو یہ موقع دیا جائے کہ وہ امریکی تعریفات اور دوہرے معیارات پر انحصار کرنے کی بجائے اندرونی دہشت گردی کی مناسب تعریف وضع کرے۔ اس مسئلے کا حل صرف اس وقت نکل سکتا ہے اگر دہشت گردی کی مناسب تعریف وضع کی جائے اور اس کے اسباب کی گہری چھان بین کے ساتھ اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے حل کی جانب اقدامات کا تعین کیا جائے اور ان معاملات کا مکمل تجزیہ اور چھان بین ایوان کے Floor پر ہو۔ ایک قدر پیمائی اس حوالے سے بھی ہو کہ اس میں کونسے سازشی عناصر کارفرما ہیں اور فرقہ پرستی اور تشدد کو جاری رکھنے میں کتنے حکومتی عمال اور عہدیدار ان ملوث ہیں۔ یہ سب کچھ کرنے کی بجائے قوم کو یہ کہہ کر بے وقوف بنایا جاتا ہے کہ اندرونی دہشت گردی کے خاتمے کے لئے کوئی ذرائع دستیاب نہیں۔ یہ بات بالکل غلط اور نا قابل یقین ہے۔

برطانوی حکومت کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ اس نے اندرونی دہشت گردی پر بحث و مباحثہ اور اس حوالے سے قانون سازی کی جس کی ایک مثال Anti-Terrorrism Crime and Security Bill (خلاف دہشت گردی جرم اور سلامتی بل) ہے جو ایوان عام کے سامنے 12 نومبر 2001ء کو پیش کیا گیا۔(حاشیہ نمبر۱۴)

iii. تقسیم اِختیارات اور غلط اِنتخابی عمل

طرز حکمرانی کا ایک سہ شاخہ نظام جو قومی صوبائی اور مقامی نمائندوں پر مشتمل ہے نافذ کیا گیا۔ تاہم تقسیم اختیارات کا یہ سارا نظام بے کار محض ثابت ہوا اس لئے کہ اس نے انتشار، ابہام اور تصادم کو جنم دیا ہے اور حکومت کے یہ تینوں اعضاء کوئی کام نہیں کر رہے قطع نظر اس سے کہ انصاف، دیانتداری، ایمانداری اور غیر جانبداری کا اس تمام تر انتخابی عمل میں فقدان ہے اور اسے سیاسی انتقام کا مؤثر ہتھیار بنایا جارہا ہے جس کا مقصد اپوزیشن کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہے تاکہ مستقبل کے انتخابات میں نئی حلقہ بندیوں سے خاص مقاصد حاصل کئے جاسکیں۔ اس اعتبار سے غیر سیاسی ضلعی حکومتیں شب و روز ایک سیاسی ایجنڈے کی تکمیل کی خاطر مصروفِ عمل ہیں تاکہ مستقبل کے آمرانہ منصوبے کو پروان چڑھایا جاسکے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ مصنوعی اور جعلی انتخابات کے اس ڈھانچے کا تانا بانا جو اس صورت حال کا ذمہ دار ہے بنیادوں سے اکھاڑ دیا جائے۔ انتخابی فہرستوں میں بوگس ووٹروں کی بھرمار ہے اور جس انداز سے انتخابات کرائے جاتے ہیں وہ اس قدر سنگین بدعنوانیوں کے آئینہ دار ہیں کہ عوام کا جمہوری عمل سے مکمل طور پر اعتماد اٹھ گیا ہے۔ آج جو آمرانہ انتظامیہ برسراقتدار ہے وہ پہلے ہی سے یہ فیصلہ کرلیتی ہے کہ ملک میں کونسے افراد کس حلقے سے منتخب ہو کر آگے آئیں اور انتظامیہ کو اس قدر اختیار حاصل ہو کہ پارلیمنٹ اس کا بال بیکا نہ کر سکے۔ جب تک پارلیمنٹ اس قابل نہ ہو کہ وہ ملک کے سیاسی مستقبل کو محفوظ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بنانے کے لئے سنجیدگی سے آزادانہ فعال کردار ادا کر سکے تو جو شخص بھی ان انتخابات میں حصہ لینا چاہے اور منتخب ہو کر اسمبلیوں میں آ جائے وہ اس طاقتور انتظامیہ کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بننے پر مجبور ہوگا۔ جب تک وہ افراد جو پارلیمانی نشستوں کو تحائف اور انعامات کی طرح دینے کے عادی ہیں انہیں روکا نہ گیا تو اس ملک میں جمہوریت کا کوئی مستقبل نہیں ہوگا۔ پارلیمنٹ اس وقت تک پارلیمنٹ کا فریضہ ادا نہیں کر سکتی جب تک وہ گداگری کے کلچر سے نجات حاصل نہ کر لے اگر قومی اسمبلی یہ کام نہیں کر سکتی تو اس کا حصہ بنے رہنے کا کیا فائدہ؟

انتخابی اور رائے دہی کی نظاموں کے کھلے پن اور ان میں واضح بحث مباحثے کی مثال جو برطانوی پارلیمنٹ کے حوالے سے ہے ذیل میں دی جاتی ہے۔

ہاؤس آف کامنز پبلیکیشنز جو مورخہ 13 فروری 1997ء کو ایوان میں پیش کی گئی اس میں رائے دہی کے متبادل نظاموں پر بحث کی گئی ہے۔

پہلے پاسٹ دی پوسٹ سسٹم متناسب نمائندگی، متبادل ووٹ، ثانوی بیلٹ، سپلمنٹری بیلٹ، ایڈیشنل نمبرز سسٹم (AMS)، سنگل ٹرانسفریبل (Single Transferable) ووٹ پر تفصیل سے بحث کی گئی اور پارٹی لسٹز سسٹم پر تفصیل سے بحث کی گئی۔(حاشیہ نمبر ۱۵)

دنیا کے ایوان ہائے پارلیمان انتخابی نظاموں کی بہتری اور اصلاح کے بارے میں تبادلہ خیال کرتے رہتے ہیں اور مسلسل غور و فکر میں رہتے ہیں تاکہ ان کے ملکوں میں جمہوریت کے احوال میں اصلاح اور بہتری لائی جا سکے لیکن ہماری پارلیمنٹ اس اہم معاملے کو زیر بحث لانے کے لئے تیار نہیں جس کی ناگزیریت سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔ اگر پارلیمنٹ کسی معاملے پر بحث کرتی بھی ہے تو اسے ایوان کے فلور پر کوئی فیصلہ کرنے کی اجازت نہیں اور ہر اہم معاملہ کا حتمی فیصلہ کسی دوسرے ایوان میں کیا جاتا ہے۔

iv. غربت، جہالت، بے روزگاری، صحت اور معاشرتی اَحوال

پاکستان کے عوام نے قومی اسمبلی کے ارکان کو اس لئے منتخب کیا کہ وہ یہ امید لگائے ہوئے تھے کہ یہ ارکان اسمبلی ان کے غربت، ناخواندگی، بے روزگاری، افراطِ زر اور بہت سے قومی مسائل و مصائب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کو جن کا انہیں آئے دن سامنا کرنا پڑتا ہے حل کردیں گے۔ علاوہ ازیں وہ ملک میں صحت اور معاشرتی حالات میں بہتری لاسکیں گے۔ برسر اقتدار حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ ان مسائل کو ایوان کے فلور پر لائے تاکہ ان مسئلوں اور پریشانیوں کا کوئی حل اور مداوا دریافت کیا جاسکے لیکن اس سمت میں کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔ اس کی بجائے یہ حکومت سیاسی ریشہ دوانیوں اور حیلہ سازیوں میں مصروف ہے اور ان مسئلوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اس کے پاس وقت ہی نہیں۔ حزب اقتدار کے باقی اراکین اس عمل میں مصروف ہیں کہ اسمبلی میں ہونے والی کارروائی پر داد وتحسین کے ڈونگرے برسائے، تالیاں بجائے اور خیر مقدمی کلمات ادا کرے اور اپوزیشن کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ وہ چیخے چلائے اور بائیکاٹ کرے۔

۴۔ ماحاصل

دہرا یونیفارم بل (Dual Uniform Bill) منظور کئے جانے اور مزید ایک اور وعدہ خلافی کے بعد میرا ذاتی تجزیہ رواں صورت حال کے بارے میں یہ ہے کہ ہمارے ملک کو صدارتی طرز حکومت کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ اگر ایسا نہ بھی ہو تو موجودہ پارلیمانی سسٹم اور جمہوریت خاتمے سے دو چار نظر آتی ہے۔ پارلیمنٹ نے یہ بل پاس کرکے خود اپنے ہاتھ کاٹ لئے ہیں اور وہ بے دست و پا ہوگئی ہے اس لئے کہ اس نے ایک دائمی آمریت کو صاد کر دیا ہے، نہ صرف صاد بلکہ اس بل کے ذریعے قانون سازی کرکے غیر آئینی طور پر اسے آئین کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔ لہذا ان تمام حقائق کی روشنی میں میں احتجاجًا مستعفی ہوتا ہوں اور دیگر 150 اپوزیشن اراکین سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ بھی میری تقلید میں ایسا کریں۔ یہ وقت ہے کہ وہ الفاظ کو اعمال میں بدل دیں اور ایک تعمیری موقف اختیار کیا جائے۔

اِس بناء پر میں اپنی قومی اسمبلی کی نشست حلقہ نمبر 127 سے بطور احتجاج مستعفی ہوتا ہوں۔

میری طرف سے ان تمام احباب کے لیے اِظہارِ تشکر اور دعائیں جو اس کے مستحق ہیں۔

(ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حواشی

(1) "*Is a Dictator Building Democracy in Pakistan*", Steve Chapman, Townhall.com

(2) The government website of the British Parliament: http://www.publications.parliament.uk/cgi-bin/ukparl_hl?DB=ukparl&STEMMER=en&WORDS=bush+&COLOUR=Red&STYLE=s&URL=/pa/cm200304/cmhansrd/cm041021/debtext/41021-12.htm#41021-12_spnew2

(3) The government website of the British Parliament: http://www.publications.parliament.uk/pa/cm200304/cmhansrd/cm041021/debtext/41021-29.htm

(4) Daily Dawn, 7th October 2004. http://dawn.com/2004/10/07/top15.htm

(5) The government website of the British Parliament: http://www.parliament.the-stationery-office.co.uk/pa/cm200102/cmhansrd/vo020410/debtext/20410-09.htm

(6) The government website of the British Parliament: http://www.parliament.the-stationery-office.co.uk/pa/cm199091/cmhansrd/1991-03-13/Orals-1.html

(7) The government website of the British parliament: http://www.publications.parliament.uk/cgi-bin/ukparl_hl?DB=ukparl&STEMMER=en&WORDS=wmd+&COLOUR=Red&STYLE=s&URL=/pa/cm200304/cmhansrd/cm041021/debtext/41021-25.htm#41021-25_spnew1

(8) BBC News: http://news.bbc.co.uk/2/hi/middle_east/2862749.stm

(9) Official website of the UK Parliament: http://www.publications.parliament.uk/cgi-bin/ukparl_hl?DB=ukparl&STEMMER=en&WORDS=wmd+&COLOUR=Red&STYLE=s&URL=/pa/cm200304/cmhansrd/cm041021/debtext/41021-25.htm#41021-25_spnew1

(10) Official website of the UK Parliament: http://www.publications.parliament.uk/cgi-bin/ukparl_hl?DB=ukparl&STEMMER=en&WORDS=ira+&COLOUR=Red&STYLE=s&URL=/pa/cm200304/cmstand/deleg3/st040909/40909s03.htm#muscat_highlighter_first_match

(11) House of commons Library, Afghanistan, 97/41

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(12) See "The Nuclear Safeguards Bill [H.L.]', Bill 59 of 1999-2000". This paper looks at the history of international efforts to introduce effective nuclear safeguards and examines why the Additional Protocol is considered necessary. It then provides an overview of the nuclear sector in the UK and concludes with an examination of the main elements of the Bill.

(Official website of the UK Parliament:

http://www.parliament.uk/commons/lib/research/rp2000/rp00-040.pdf)

(13) House of commons Library, Defence Statistics 1995, 95/98

(14) Official website of the UK Parliament:

http://www.parliament.the-stationery-office.co.uk/pa/cm200102/cmbills/049/2002049.pdf

(15) House of commons Library, Voting Systems, The Alternatives, 97/26

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com